قلم قلم روشنی

قلم قلم روشنی

قلم قلم روشنی

قلم قلم روشنی

قلم قلم روشنی

قلم قلم روشنی

غنی غیور

تفہیم پبلی کیشنز، راجوری (جموں کشمیر)

© غنی غیور

Qalam Qalam Roshni

by

Ghani Gayoor (Abdul Ghani Jagil)

Year of Edition 2022

ISBN:

Price Rs. 500/-

نام کتاب	:	قلم قلم روشنی
شاعر	:	غنی غیور
اصل نام	:	عبدالغنی جاگل
سن اشاعت	:	۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۵۰۰ روپے
کمپوزنگ	:	نسیم اختر (6005290480)
سرورق	:	علی زیرک
ملنے کا پتہ	:	میزان پبلی کیشنز، سرینگر گرین بک ہاؤس گجر نگر، جموں
زیر اہتمام	:	تفہیم پبلی کیشنز، راجوری

قلم قلم روشنی

اپنے
تمام
دوستوں کے نام

قلم قلم روشنی

تسبیح

◄ ہماری سماعت میں رس گھولتا ہے 12

◄ چاندنی جب تک رہی بیٹھا رہا دلبر کے ساتھ 13

◄ ''موم جامے'' پگھل گئے رشتے 14

◄ رُعب لوگوں پر جماتے بھی تو کیا؟ 15

◄ ہر منافق نے دی گواہی تھی 16

◄ بہت سی نیم جانیں کھائے گی پیاس 17

◄ بہار آئی ہے پھل کاریوں کا موسم ہے 18

◄ جان جسموں کی ہے رگوں میں خدا 19

◄ سب پہ زہریلے فقرے کستا ہے 20

◄ اور ہی دنیا کے سب ساگے ہوئے 21

◄ جلتا رہا بجھتا رہا میرا دیا کرتا بھی کیا 22

◄ نلوں میں پانی نہیں، انتظار کرنا تھا 23

◄ ہر ایک زاویہ سے دیکھا اچھا چلتا ہے 24

◄ میری آنکھوں نے نئی پرواز بھرنے کے لئے 25

◄ لفظ جامد مخمصے میں رہ گیا 26

◄ آگے خود ہی سمجھ لو، استعارہ لکھ دیا 27

◄ خمیازہ دکھاوے کا، اٹھانا ہی پڑا تھا 28
◄ لفظ تازہ، ایک دفتر کے برابر ہے ابھی 29
◄ زاویہ یا نظر بطرز دگر 30
◄ اس لئے ہارتا نہیں شاید 31
◄ اپنی سے نہیں بڑھ کے کسی رُتبہ کی مٹی 32
◄ ابتدائی مرحلے میں ہی کوئی 33
◄ اک ستارا کس بلندی سے گرا ہے ہر جگہ 34
◄ راستوں میں جو کچھ شجر ہوتے 35
◄ تیز تر، حافظے نہیں ہوتے 36
◄ ہمارے پاس فقط دردِ دل کی دولت ہے 37
◄ چراغِ عقل لو دینے لگا تھا 38
◄ موجبِ صد عتاب ہیں دونوں 39
◄ صفحے صفحے پہ دید لکھتا ہوں 40
◄ تھا، رہے گا بھی، ہے جلیل ابھی 41
◄ پھول اِعلان کرتا رہا دیر تک 42
◄ ہمارے میکدے میں بٹتی مئے صافی ہے 43
◄ کوئی خطرہ نہیں زوال نہیں 44
◄ کوئی مجھ جیسا نہیں ہے، سوچتا ہے خود خدا 45
◄ تیر تھے اور کمان راہوں پر 46
◄ رہتے ہیں سوچوں کے دفتر میں پڑے 47
◄ نام کے سکے چلائے کس کے لئے 48

◀ تری جادوئی نظر کا اثر ہے	49
◀ تمہاری آنکھ مرے سر پہ سائباں مولا	50
◀ خواب میں پیمانے ٹکرائے بہم کیا یا خدا	51
◀ زمیں پہ سبزہ بہت آسماں میں تارے ہیں	52
◀ بے حساب و بے تحاشا ہے زباں	53
◀ ترے گھر شوق سے جانا سفر ہے اور سفر کیا ہے	54
◀ صفا اپنی جگہ پر ہی نہیں مروا بھی غائب ہے	55
◀ کوئی روکو کہ پہلو سے چلا ہے دل	56
◀ دل بہ عنوان فضا بھیجتا ہوں	57
◀ دھول سے یہ اٹے ہوئے رستے	58
◀ چھلکتے گلوں میں ملاحت تری	59
◀ دل سراپا چشم میرا، چشم بینا دل ہوئی	60
◀ بھری ہے زمیں اور بھرا آسماں ہے	61
◀ ہمیں پتہ ہی نہیں کچھ فرات کا مطلب	62
◀ ہم نے اوڑا اگگن نہیں ہوتا	63
◀ درد اپنا دکھاؤں اور پھر میں	64
◀ سبزۂ حسن، مبارک ترے رخساروں کو	65
◀ رفعتوں کے وہ سب راستے بند ہیں	66
◀ مری سانس کے ساتھ جو بڑھ رہا ہے	67
◀ میں تیرے نام کی مہریں بناؤں گا	68
◀ جتنا او پر بڑھا ہوا ہے میاں	69

◀	دن، ہفتہ، مہینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے	70
◀	جو نہ دیکھا تھا دیکھتا ہوں میں	71
◀	کم پڑے حجم تو سوچنا چاہئے	72
◀	تو کیا ہوا؟ خوں جلا ہے سب کا سب آبلوں میں	73
◀	روز افزوں حُسن دلبر سے ڈر لگتا ہے	74
◀	کبوتر گولیوں کی زد سے اونچا	75
◀	دعا دینا پڑے گی زندگی کو	76
◀	بازیابی کا عمل، یہ مسئلہ درپیش تھا	77
◀	سبز شاخِ ہنر رہے گی سبز	78
◀	ادائے خوب ہے تسکین ہے تماشا ہے	79
◀	دنیوی، تیری ہر اک سد سے اونچا ہے	80
◀	جگہ بدلی، نظر بدلی ٹھہرائے دل	81
◀	اڑ رہا ابر کا کہیں ٹکڑا	82
◀	امن کے بُلبُلو تم، سلامت رہو	83
◀	مجھے بھی بیچ دیا، تاجرِ محبت نے	84
◀	فریاد، وظیفہ و دعا بھول گیا ہوں	85
◀	ستاروں پر کمندیں پھینکنے والے	86
◀	بند کیں آنکھیں، بہانہ خوب ہے	87
◀	اک تماشا گلاب میں دیکھا	88
◀	باتیں آدھی کہیں ادھوری ہیں	89
◀	میرے دل جاں میں یہ سماتے ہیں	90

◄	دہلی میں لا کے لاہور ڈالو	91
◄	روٹھ کر مجھ سے جدا بیٹھا ہے	92
◄	صدق بھی اور صفائی ہو گی	93
◄	بدھوار چاہے، اِتوار بدلو	94
◄	دل مچلتا ہی رہا کیا فائدہ	96
◄	حالتِ کشمیر پر آنسو بہا	97
◄	کچھ لوگ خوش ہیں سارے کے ساروں کو بیچ کر	98
◄	''آثار بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی''	99
◄	ہمارے اور ان کے درمیاں پردا نہیں ہوگا	101
◄	ہم قدر کرتے ہیں ذہینوں کی	102
◄	سیر دنیا کے لئے آئے تھے تنہا چل پڑے	103
◄	کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی	104
◄	گذر گیا کہ وہ بچپن عجب زمانہ تھا	105
◄	جو مٹ چکا اتارنے کا فائدہ نہیں	106
◄	محبتوں میں کسی کو خدا بناتے ہوئے	107
◄	''کیا کہا خضر نے سکندر سے''	108
◄	متفرقات	109

قلم قلم روشنی

غزلیں

قلم قلم روشنی

ہماری سماعت میں رس گھولتا ہے
خدایا ترا نام کتنا بڑا ہے

نہ دو گالیاں تم زمانہ خدا ہے
رسولِ خدا نے کہا ہے بجا ہے

گزر گاہ میں نقشِ پا ہو گئے لوگ
فنا کی ہی جانب رواں قافلہ ہے

وہ پھوٹی ہے ظلمات کے ہی شکم سے
جہانوں میں پھیلی ہوئی جو ضیا ہے

سرِ خار قہرِ خدا کی نشانی
گلوں کی زباں شرحِ مہر و وفا ہے

قلم قلم روشنی

چاندنی جب تک رہی بیٹھا رہا دلبر کے ساتھ
چاند ڈوبا تو یہ دل ڈوبا مرا دلبر کے ساتھ

تم سمجھتے ہو جدا تم کو مبارک ہو یہ دین
جب بھی دیکھا میں نے دیکھا ہے خدا دلبر کے ساتھ

ہیچ خود کو جانتا ہوں حیثیت میری ہے کیا
دیکھئے دلبر، مرا قد ہے بڑا دلبر کے ساتھ

دل میں شب کو جو ہوا تھا جا گزیں اس کا خیال
ساتھ میرے وہ رہا اور میں رہا دلبر کے ساتھ

قائم اس کی ذات ہے قیّوم دل میرا غنی
شاخِ سدرہ اور مقامِ منتہا دلبر کے ساتھ

قلم قلم روشنی

''موم جامے'' پگھل گئے رشتے
ہاتھ سے پھر نکل گئے رشتے

میں لڑھکتا ہی رہ گیا رہ میں
خیر سے پھر سنبھل گئے رشتے

تیری منزل شہیدی چوک تھی پھر
کیوں امیرا کدل گئے رشتے؟

زرد ہوتے ہی رنگ رو میرا
ہجر کی شب بدل گئے رشتے

اک ذرا آنچ کیا لگی ان کو
ہوگئے ڈھیر جل گئے رشتے

قلم قلم روشنی

رعب لوگوں پر جماتے بھی تو کیا؟
عاجزی یا پھر دکھاتے بھی تو کیا؟

جیتنا تھا کون سا میدان پھر
کاٹھ کے گھوڑے چلا تے بھی تو کیا؟

خواہشوں کی عمر تھی بس دو گھڑی
دو گھڑی ملتے مِلا تے بھی تو کیا؟

ہاتھ میں تسبیحِ صد دانہ لئے
محفلوں میں آتے جاتے بھی تو کیا؟

بھیڑ میں گم ہونے کا اندیشہ تھا
ہاتھ لوگوں سے ملاتے بھی تو کیا؟

قدسیوں سے داد و تحسینِ غزل
عرش پر جا کر جو،لاتے بھی تو کیا

قلم قلم روشنی

ہر منافق نے دی گواہی تھی
میں اِدھر تھا، اُدھر خدائی تھی

کم ہی تھے داغ اس کے ماتھے پر
صدق، دل میں مگر صفائی تھی

اس کو غزلیں سنا رہا تھا میں
اور وہ لے رہی جماہی تھی

دیکھ کر کوئی خوش نہ تھا جس سے
میری محنت کی وہ کمائی تھی

پاس اس کے ثبوت تھے سارے
ایک میں اور بے گناہی تھی

قلم قلم روشنی

بہت سی نیم جانیں کھائے گی پیاس
تبھی آتش فشاں بن جائے گی پیاس

سمندر کو گِلا دریاؤں سے ہے
بجھی ہے اور نہ ہی بجھ پائے گی پیاس

ابھی تو بوجھ ہے دل پر غموں کا
پڑی شبنم تو پھر کِھل جائے گی پیاس

ہوس سے جو بچی رہ میں تو اک روز
مرادوں کے ثمر بھی پائے گی پیاس

تمازت اپنے سورج کی بڑھا دو
سمندر آنکھ میں بھر لائے گی پیاس

قلم قلم روشنی

بہار آئی ہے پُھل کاریوں کا موسم ہے
دکھاؤ چہرہ کہ دلداریوں کا موسم ہے

ہری بھری ہے ہر اک شاخ پنچھیوں کے جھنڈ
چمن کی سیر ہے گُل باریوں کا موسم ہے

پھلانگتے ہیں پرندے بھی سرحدوں کو ابھی
کھلے ہیں "ویزے" بھی رہ داریوں کا موسم ہے

نہ انتظارِ شرابِ طہور کھینچیں گے
کہ آبِ سادہ ہی دو یاریوں کا موسم ہے

کئی دنوں سے ہوئے قید ہیں گھروں میں ہم
ہمارے شہر میں بیماریوں کا موسم ہے

قلم قلم روشنی

جان جسموں کی ہے رگوں میں خدا
کہتے ہیں، رہتا ہے دِلوں میں خدا

بھوک اور پیاس میں اُسے ڈھونڈو
غم زدہ دل، مسافروں میں خدا

پھول راہوں میں بیچتا خود ہے
جا نہیں سکتا مندروں میں خدا

ظاہری آنکھ سے نہیں دِکھتا
جاگتا جیتا ضابطوں میں خدا

سیڑھیوں پر تھا صحنِ مسجد میں
رندھی آواز، سسکیوں میں خدا

قلم قلم روشنی

سب پہ زہریلے فقرے کستا ہے
بے وقوفوں کی طَرح ہستا ہے

ایک دریا ہے کوکھ میں لیکن
قطرۂ آب کو ترستا ہے

آخری دور ہے یہی شاید
آدمی آدمی کو ڈستا ہے

کون باہر نکل سکا ہے پھر
دل کے اندر ہزار رستہ ہے

آج کپڑا ہوا بہت مہنگا
آدمی آدمی ہے سستا ہے

قلم قلم روشنی

اور ہی دنیا کے سب ساگے ہوئے
گیت میرے ہیں الگ راگے ہوئے

اون مشکل کاتنا تھی عشق کی
مشکلوں سے معتبر دھاگے ہوئے

نیند آتی ہی نہیں تیرے بغیر
ایک مدت ہوگئی جاگے ہوئے

فتح کی سیٹی بجا کر دیکھئے !
لوٹ آئیں گے جواں بھاگے ہوئے

صبح تک وہ جاگتے تھے شب کو بھی
اس لئے ہم سے بہت آگے ہوئے

قلم قلم روشنی

طاہرہ ایرانی کے نام

جلتا رہا بجھتا رہا میرا دیا کرتا بھی کیا
ظلمات میں چلتا تنِ تنہا رہا کرتا بھی کیا

ہاتھوں میں اک مشعل پرانی وضع کی تھی، اور میں
گرتا رہا اٹھتا رہا آگے بڑھا کرتا بھی کیا

آگے دکھائی دی مجھے، مارِ گزیدہ وہ بہن
حد سے زیادہ درد میں تھی مبتلا، کرتا بھی کیا

بردخترِ ایراں، سلامی از منِ ہندی نژاد
سنگِ ملامت بود در دستِ ریا، کرتا بھی کیا

کیوں پھاڑ ڈالی ایک پاگل نے ردا اس کی غنی
پتھر کے ٹکڑے ڈھونڈتا میں رہ گیا کرتا بھی کیا

قلم قلم روشنی

نلوں میں پانی نہیں، انتظار کرنا تھا
تمہیں تو اپنے گھڑوں سے ہی پیار کرنا تھا

گہر نہیں تھے تو کیا؟ موج موج مستی میں
وفور و جذبِ دروں ہی شمار کرنا تھا

لٹانا سیپ کے مانند تھا بدن اپنا
ورائے سود و زیاں کاروبار کرنا تھا

تری پسند کا معیار ہی بدل جاتا
مرے دیار کو اپنا دیار کرنا تھا

اگرچہ عشق میں گھاٹا بہت ہوا ہم کو
یہ پُلِ صراط بہر حال پار کرنا تھا

قلم قلم روشنی

ہر ایک زاویہ سے دیکھ اچھا چلتا ہے
ترے فقیر کا دنیا میں سکّہ چلتا ہے

ہمیں کمانے کی بھی کچھ زیادہ فکر نہیں
دِہاڑی لگتی ہے بس خرچہ ورچہ چلتا ہے

ہمارے ملک میں وقعت نہیں قطاروں کی
روایت اپنی ہے یہ، دھکّا مکاّ چلتا ہے

ہزار نام ہیں رشوت کے لینے دینے میں
نیاز و نذر کہیں کوئی تحفہ چلتا ہے

ہماری مٹی سے اگتی ہے فصلِ وہم فقط
غیور ٹوٹکا چلتا ہے ٹونا چلتا ہے

قلم قلم روشنی

میری آنکھوں نے نئی پرواز بھرنے کے لئے
پر نکالے آسمانی سیر کرنے کے لئے

گوہرِ مقصود ہے گہرے سمندر میں نہاں
سعی کر، گرداب سے تو بھی تو ابھرنے کے لئے

اک پرندے کی طرح تنہا سفر کرنا ہے اور
تاک میں بیٹھا شکاری پر کترنے کے لئے

زندگی تیری حوادث کا ہے کوئی سلسلہ
تو سمجھتا ہے اسے لیکن سنورنے کے لئے

آدمی کو جہدِ پیہم کے لئے پیدا کیا
روٹیاں کھا کر نہیں کم بخت مرنے کے لئے

قلم قلم روشنی

لفظ جامد مخمصے میں رہ گیا
سیلِ معنی دریا دریا بہہ گیا

رستہ اندھا تو نہ تھا پر عشق میں
دھول سے لپٹا سفر میں رہ گیا

رہ گئی اپنی جگہ پر جھونپڑی
پختہ گھر تھا زلزلے میں ڈھ گیا

چپ رہا عاقل کہ دنیا دار تھا
اِک دوانہ بات سچی کہہ گیا

پیڑ پیکر تھا سخاوت کا غنی
زخم کھا کے درد اکثر سہہ گیا

قلم قلم روشنی

آگے خود ہی تم سمجھ لو ، استعارہ لکھ دیا
میل کے پتھر پہ جلدی میں اشارہ لکھ دیا

ہم نے چھانی خاکِ صحرا، پی لئے دریا تمام
صحرا صحرا، دریا دریا اک پیاسا لکھ دیا

مہر و شفقت داستاں ہے یا حقیقت کیا پتہ؟
یا بزرگوں نے محبت سے دلاسا لکھ دیا

حاصلِ صد شوق، سونے پر سہاگا یہ غزل
ہم نے گردابِ بلا کو بھی کنارا لکھ دیا

سب کتابوں کو جلایا اور مٹا کر سب حروف
دل صحیفے پر غنی سچ، نام تیرا لکھ دیا

قلم قلم روشنی

خمیازہ دکھاوے کا، اٹھانا ہی پڑا تھا
سو، جسم کو مٹی میں ملانا ہی پڑا تھا

رِس رِس کے ہوئے گھاؤ تھے گل بوٹے انوکھے
سینے میں لگا باغ دکھانا ہی پڑا تھا

پروا نہ کی پردیس میں جا! بھول گیا وہ
اس یار نگوڑے کو بلانا ہی پڑا تھا

جنگل میں پڑے رہتے تھے چندن کے وہ ٹکڑے
خوشبو کا انہیں، بھاؤ بتانا ہی پڑا تھا

بے رنگ تھی دنیا غنی رنگین بنایا
ناچار یہ دل اس سے لگانا ہی پڑا تھا

قلم قلم روشنی

لفظِ تازہ، ایک دفتر کے برابر ہے ابھی
''قطرہ اپنا بھی حقیقت میں''سمندر ہے ابھی

کچھ گدازِ دل کا ہونا بھی ضروری ہے بہت
حسن آگے ہے، نظر تیری میں زیور ہے ابھی

کیا بتائے گا مجھے پردیس میں حضرتِ خضر
بے خبر ان مسئلوں سے وہ سفر پر ہے ابھی

دیر ہے رہ ملنے کی ، مجھ کو بہا لے جائے گا
اک طلاطم خیز طوفاں دل کے اندر ہے ابھی

سلسلہ تیرا بھی ملتا ہے بزرگوں سے غنی
میرؔ و غالبؔ تھے قلندر، تو قلندر ہے ابھی

قلم قلم روشنی

زاویہ یا نظر بطرزِ دگر
ہے بشر سر بسر بطرزِ دگر

پتھروں کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں
دیکھتے ہیں مگر بطرزِ دگر

سیر کرتے ہیں کوہ و وادی کا
ہیں رواں یہ شجر بطرزِ دگر

تیرگی میں ہے ظلمتوں کا راز
طے کیا ہے سفر بطرزِ دگر

مہر شب کو طواف کرتا ہے
گردِ شوریدہ سر بطرزِ دگر

قلم قلم روشنی

اس لئے ہارتا نہیں شاید
ہم سفر ہے مِرا، یقیں شاید

دل دریچہ کُھلا رکھا میں نے
ادھر آئے کوئی حسیں شاید

بند ہیں بلب[1] سب حویلی کے
خواب میں کھو گئے مکیں شاید

سجدے پر سجدہ کر رہا ہوں میں
گھس ہی جائے گی یہ جبیں شاید

چل رہا ہوں بدل بدل کے راہ
مل ہی جائے گا وہ کہیں شاید

BULB - ۱

قلم قلم روشنی

اپنی سے نہیں بڑھ کے،کسی رتبہ کی مٹی
کاشی کی بھی دیکھی ہے ترے مکّہ کی مٹی

بھر دے گی کسی روز یہی گور کو اسکی
جو زندہ اٹھائے پھرے ہے مُردہ کی مٹی

اگنے دو مجھے اپنے ہی صحرا میں کہ مجھ کو
آئے گی موافق نہ ترے قریہ کی مٹی

غالب کے ہوں یا میر کے اشعار،مساوی
دونوں کے یہاں ملتی ہے کچھ سرقہ کی مٹی

ہم جائے نشست اپنی سمجھتے ہیں مقدس
صوفی کے لیے جیسے کسی حجرہ کی مٹی

ملتی ہے غنی طبع بشر کی بڑی حد تک
تھوڑی یہاں تھوڑی ہے وہاں فرقہ کی مٹی

قلم قلم روشنی

ابتدائی مرحلے میں ہی کوئی
سو گیا تھا جاگتے میں ہی کوئی

سب سے پوشیدہ رہا اس کا سفر
کونپلوں کے قافلے میں ہی کوئی

بعد مدت کے پتہ مجھ کو چلا
رہ گیا تھا راستے میں ہی کوئی

پر ملے تو آشیانہ جل گیا
مصلحت تھی حادثے میں ہی کوئی

یاد اس کی شکل و صورت بھی نہیں
ہے کہیں پر واہمے میں ہی کوئی

قلم قلم روشنی

اک ستارا کس بلندی سے گرا ہے ہر جگہ
ریزہ ریزہ ہوگیا بکھرا پڑا ہے ہر جگہ

پھول کہتا ہوں اسے میں پھول جیسا ہے نہیں
کہنے کو اک نام اس کا رکھ دیا ہے ہر جگہ

تن بدن چٹیل ہوا ہے کھیل کے میدان سا
اگتے ہی سبزہ امیدوں کا مرا ہے ہر جگہ

نور نے چیرا کثافت کی تہوں کو تب کہیں
مختلف شکلوں میں آ کر پھر دِکھا ہے ہر جگہ

ایک صوتِ سرمدی آتی ہے ہر اک ساز سے
دوسرا کوئی نہیں، واحد خدا ہے ہر جگہ

روپ دھارا ہے غنی ہریال کا اس شوخ نے
تان کر سینے کو آندھی میں کھڑا ہے ہر جگہ

قلم قلم روشنی

راستوں میں جو کچھ شجر ہوتے
اور آسان یہ سفر ہوتے

کب ہوئے وہ خدا ، مِرے ، ورنہ
شاہِ رگ سے قریب تر ہوتے

بام و در اُن کے چومتا ، میں کاش
اڑ کے جاتا ، جو بال وپر ہوتے

کھُل گیا ہوتا جو دریچۂ دِل
معبدوں میں نہ در بدر ہوتے

تنگ ، پگڈنڈیوں کے جال ہیں وہ
بڑھ گئے ہوتے رہگذر ہوتے

قلم قلم روشنی

تیز تر، حافظے نہیں ہوتے
بھیڑ میں راستے نہیں ہوتے

قبر میں بے خبر پڑا مُردہ
ہم سے تو رابطے نہیں ہوتے

شہر میں جنگ کی سی حالت ہے
جنگ میں ضابطے نہیں ہوتے

کوئی سل[ا] سے نہیں نکلتا ہے
جیل میں حادثے نہیں ہوتے

مر گئے سب کراماتوں والے
معجزے، معجزے نہیں ہوتے

[ا]- CELL -

قلم قلم روشنی

ہمارے پاس فقط دردِ دل کی دولت ہے
خدا کی خاص ہوئی ہم پہ یہ عنایت ہے

سناؤ نغمہ کوئی پیار کا سرِ محفل
دلوں کو جوڑنا بھی کہتے ہیں عبادت ہے

چراغ جلتے ہی ان کی مخالفت کرنا
ہواؤں کی یہ پرانی مگر سیاست ہے

بدل کے بھیس ہر اک رنگ میں ہے وہ آیا
فریب اُس کے میں تم آگئے حماقت ہے

غیور جلتی ہیں اُس کی ہی ہڈّیاں اِس میں
غریب کے لئے دوزخ بنی یہ محنت ہے

قلم قلم روشنی

چراغِ عقل لو دینے لگا تھا
بڑھاپے میں ہی جینے کا مزہ تھا

بہت پیچیدہ میرا مسئلہ تھا
کہاں چھوٹا کسی سے یا بڑا تھا

مِرا حلیہ بگاڑا دوستوں نے
ہوا تعریف سے یہ فائدہ تھا

میں باہر ڈھونڈتا تھا اُس کو لیکن
خزانہ میرے اندر ہی پڑا تھا

اٹھا کر اُس نے سینے سے لگایا
کھلونا طاق میں بے دم پڑا تھا

قلم قلم روشنی

موجبِ صد عتاب ہیں دونوں
درد و غم کی کتاب ہیں دونوں

بات سنتے نہیں غریبوں کی
متکبر نواب ہیں دونوں

جی حضوری میں دن گذرتے ہیں
کیا کروں یہ جناب ہیں دونوں

کشتیِٔ آرزو ہی ڈوب گئی
دیدہ و دل چناب ہیں دونوں

ایک بھی برگ تن درست نہیں
زخم خوردہ گلاب ہیں دونوں

یا الٰہی نجات دے ان سے
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

قلم قلم روشنی

صفحے صفحے پہ دید لکھتا ہوں
میں اُمید و نوید لکھتا ہوں

پتھروں کو بھی پھوڑ دیتا ہے
عزم کو میں حدید لکھتا ہوں

لہجۂ شاعری الگ ہے یہ
با روایت جدید لکھتا ہوں

تیرے پہلو میں لمحہ جو گذرے
اس کو نوروز و عید لکھتا ہوں

زخم ناقابلِ علاج ہے یہ
دردِ دل کو شدید لکھتا ہوں

لکھ چکا ہے بہت ظفر اقبالؔ
اپنا قصّہ مزید لکھتا ہوں

قلم قلم روشنی

تھا ، رہے گا بھی، ہے جلیل ابھی
صحبت اس کی مگر قلیل ابھی

آذرِ بت تراش جاگے ہے
کار گہہ میں نہ جا خلیل ابھی

نیند آتی نہیں کسی بھی طور
ہے پریشاں ترا علیل ابھی

حرص لپٹی ہے اس کے پنجوں سے
بیٹھی مُردار پر ہے چیل ابھی

غنیؔ بیمارِ عشق ہے تیرا
دل میں پیوست ہے یہ کیل ابھی

قلم قلم روشنی

پھول اِعلان کرتا رہا دیر تک
بھول اِنسان کرتا رہا دیر تک

چھیڑتا تھا اُصولوں کو قدرت کے یہ
دل پریشان کرتا رہا دیر تک

دیکھ کر ہنس پڑی ایک چیونٹی اسے
کیا سلیمان کرتا رہا دیر تک

گاؤں والوں کو اِس نے کِیا قید اور
شہر سنسان کرتا رہا دیر تک

باپ رے باپ ننّھا سپاہی غنیؔ
کیسا گھمسان کرتا رہا دیر تک

قلم قلم روشنی

ہمارے میکدے میں بٹتی یہ شرابِ صافی ہے
اسی سے مست رابعہ اسی سے مست حافی ہے

تمہاری سادگی پہ لوگ جان دیتے ہیں صنم
یہ تیرا زیوروں کا اہتمام بھی اضافی ہے

لبوں پہ سرخی کس لئے لگا کے آئے ہو یہاں
ہمارے قتل کے لئے تمہارا سرمہ کافی ہے

چلے بھی جاؤ تم ہماری مملکت سے دور اب
جو ہوگیا سو ہوگیا ابھی کھلی معافی ہے

تمہارے واسطے ہیں دو جہاں کی نعمتیں حلال
ہمارے واسطے غنیؔ خدا کا نام کافی ہے

قلم قلم روشنی

کوئی خطرہ نہیں زوال نہیں
کس جگہ پر ترا جمال نہیں ؟

تیرے رخ سے طلوع ہوتا ہوں
تیرے رخ کی کوئی مثال نہیں

تجھ سے منسوب ہے مرا اقبال
کوئی اندیشۂ زوال نہیں

بیکراں اک ہجوم ہے ہر سو
ان میں کوئی تری مثال نہیں

ہر نوالے پہ نام لیتا ہوں
ورنہ کھانا مرا حلال نہیں

قلم قلم روشنی

کوئی مجھ جیسا نہیں ہے ، سوچتا[ءا] ہے خود خدا
آئینے میں ایک چہرہ دیکھتا ہے خود خدا

قد کسی کا بڑھ نہ جائے اس کے سائے سے کہیں
ایک قینچی سے ہر اک سر کاٹتا ہے خود خدا

کنجِ غفلت میں پڑی رہتی ہے خلقت بے خبر
عقلِ کل کی روشنی میں جاگتا ہے خود خدا

کوئی کوئی ہی سمجھتا ہے زباں خوشبوؤں کی
شاخِ سبز و برگِ گل میں بولتا ہے خود خدا

بند ہیں اس کی ہی مٹھی میں خزانے غیب کے
مہر سے اپنی، ہر اک در کھولتا ہے خود خدا

ءا - ایطا روا رکھا گیا ہے۔

قلم قلم روشنی

تیر تھے اور کمان راہوں پر
خالی خولی مکان راہوں پر

انتظار آہ! انتظار ترا
میں نے رکھے تھے کان راہوں پر

چاند تارے زمیں پہ چلتے تھے
کہکشاں ، آسمان راہوں پر

آندھیوں کے ہجوم میں کچھ لوگ
ڈھونڈتے تھے نشان راہوں پر

دور تک کوئی کارواں بھی نہ تھا
سنی ہم نے اذان راہوں پر

قلم قلم روشنی

رہتے ہیں سوچوں کے دفتر میں پڑے
بیٹھے ہوں اب یا کہ بستر میں پڑے

ٹین کے ڈبّوں میں عورت بند تھی
مرد بھی دیکھے کنستر میں پڑے

پھول پھل اُس سے جدا سب ہو گئے
جتنے سائے تھے برابر میں پڑے

میں نے دیکھے لوگ تیرے شہر کے
شہرتوں ہی کے تھے چکّر میں پڑے

غوطہ خوروں نے کبھی کوشش نہ کی
رہ گئے موتی سمندر میں پڑے

قلم قلم روشنی

ء۱

نام کے سکّے چلاتے کس لئے
پاؤں دھرتی پر جماتے کس لئے

خاک اندر خاک آخر مل گئی
خود کو ہم اونچا اڑاتے کس لئے

غیر ممکن تھا پسیجے کوئی دل
داستاں رو کر سناتے کس لئے

چل رہی تھی ہر طرف بادِ سموم
پھول صحرا میں اُگاتے کس لئے

اوڑھ لی خود ہم نے چادر برف کی
آبشاروں کو جگاتے کس لئے

اون کے موزے پہن کر آئے چور
کان آہٹ پر لگاتے کس لئے

ء۱ -ایطا روا رکھا گیا ہے۔

قلم قلم روشنی

تری جادوئی نظروں کا اثر ہے
کہ ٹھہری اک جگہ میری نظر ہے

نہیں ہے امتیاز و فرق باہم
مرا دلبر مری جان و جگر ہے

مقامِ عشق آگے ہے خرد سے
کہاں زاہد تجھے اس کی خبر ہے

نہیں رکتا مسافر اک جگہ پر
ہماری زندگی پوری سفر ہے

زمینِ دل ہوئی ہموار یارب
تری توفیق سے پھولا شجر ہے

قلم قلم روشنی

تمہاری آنکھ مرے سر پہ سائباں مولا
زمینِ پست ہوں میں اور تم آسماں مولا

شکستہ ناؤ اگرچہ ہے بیچ دریا کے
تمہارا اسم حقیقت میں بادباں مولا

تمہاری آنکھ ہے آبِ حیات کا چشمہ
یقین دل کو ہے میرے یہی گماں مولا

رُخِ مبیں سے ہی ملتی ہے روشنی سب کو
ہے عام فیض تمہارا یہاں وہاں مولا

غنیؔ اشارۂ ابرو ہے کافی دشمن کو
شہابِ تیر فلک ہے تری کماں مولا

قلم قلم روشنی

خواب میں پیمانے ٹکرائے بہم کیا یا خدا
مست آنکھوں کا وہ منظر دل ربا تھا یا خدا

میز پر رکھا ہوا پیالے پہ پیالہ یا خدا
صبح کو جاگے تو دیکھا یہ تماشا یا خدا

کعبہ سے اس نے خریدا ہے سیہ ملبوس یہ
خالِ مشکیں عہدِ نو کا ہے خلیفہ یا خدا

ہاتھ دھو بیٹھے حیات و آفرینش سے ہمیں
اپنا بستر یار نے تھا کیا لپیٹا یا خدا

ہر بصارت سے ورا ہے جو بصیرت سے پرے
کوئی مورت حسن کی ہم کو دکھاتا یا خدا

قلم قلم روشنی

زمیں پہ سبزہ بہت آسماں میں تارے ہیں
مِری کتابِ مقدس کے یہ سپارے ہیں

تمہارے پاس فریضے ہیں منصبی تو کیا؟
تمام عارضی ہیں سب کے سب ادھارے ہیں

کئی زبانیں کئی گھر کئی پجاری یہاں
جہاں میں بج رہے ارداس کے نگاڑے * ہیں

خدا جدا نہیں اپنی صفات سے ہرگز
ہوا وصال ہمیں بھاگیہ ہمارے ہیں

ابھی قیامتِ کُبرا نہیں ہوئی برپا
جواں محبتیں ہیں زندہ بھائی چارے ہیں

قلم قلم روشنی

بے حساب و بے تحاشا ہے زباں
پتھروں کے منہ میں سبزہ ہے زباں

ہم سمجھتے ہیں زبانیں حسن کی
عشوۂ یار و سراپا ہے زباں

رنگ پھولوں کے ہیں اشعارِ غزل
باغ میں طرفہ تماشا ہے زباں

داستاں ریگِ رواں ہے جابجا
دشت و صحرا ذرہ ذرہ ہے زباں

موج در موج ایک افسانہ الگ
جوشِ دریا قطرہ قطرہ ہے زباں

قلم قلم روشنی

ترے گھر شوق سے جانا سفر ہے اور سفر کیا ہے
سہی قامت ہی اک بالا شجر ہے اور شجر کیا ہے

عبادت کے لئے محراب ہے پیشِ نظر ابرو
زیارت چہرے کی کرنا، نظر ہے اور نظر کیا ہے

سوائے لوتھڑے کے یہ نہیں اور چیز کوئی بھی
پرائے غم جو سہتا ہے جگر ہے اور جگر کیا ہے

بہت مشہور ہیں فتح و ظفر کی داستانیں یہ
دلوں کو فتح کرنا ہی ظفر ہے اور ظفر کیا ہے

خیال خاص جو اندر ہی اندر پکتا رہتا ہے
غنی اظہار کی قدرت ہنر ہے، اور ہنر کیا ہے

قلم قلم روشنی

صفا اپنی جگہ پر ہی نہیں مروا بھی غائب ہے
کہاں ہے کس طرف ہے کیا خبر، کعبہ بھی غائب ہے

جمالِ یار کی تازہ بہاروں میں گھرا ہوں میں
نہیں حاجب کوئی اور، آخری پردہ بھی غائب ہے

نمازِ غائبانہ پڑھ رہے ہیں لوگ کس کی یہ
فرشتے دم بخود ہیں سب کے سب، عرصہ بھی غائب ہے

غموں کی دھند چھائی ہے جمالِ سبز پر اے دوست
ترا عشوہ بھی غائب ہے ترا نخرہ بھی غائب ہے

حسین و شوخ وادی سے ہوئے رخصت پرندے سب
مقدس دن بھی غائب ہے شبِ اسریٰ بھی غائب ہے

قلم قلم روشنی

کوئی روکو کہ پہلو سے چلا ہے دل
کرے گا مجھ کو بھی رسوا برا ہے دل

کرے گی پاؤں کی ٹھوکر اسے زندہ
گلی میں یار کی جو گر پڑا ہے دل

ہماری دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں
جہانِ رنگ و بُو سے بھی بڑا ہے دل

نہیں سود و زیاں کی بھی اسے پروا
جلائے گا جہانوں کو جلا ہے دل

غنیؔ دیر و حرم سے لوٹ آیا ہے
مقابل آئینے کے اب کھڑا ہے دل

قلم قلم روشنی

دل بہ عنوانِ فضا بھیجتا ہوں
سب کے سب ارض وسما بھیجتا ہوں

اپنے ہی کھاتے میں لکھتا ہوں خطا
تجھ کو نیکیَ وصلا بھیجتا ہوں

وہ نہیں سنتے ہیں فریاد کبھی
انکساری کی ادا بھیجتا ہوں

حسنِ ظن کا ہے یہ عالم کہ میں اب
رائیگاں کشتِ خطا بھیجتا ہوں

تیری اولاد ہے جیسی بھی ہے یہ
میں بُرا اور بھلا بھیجتا ہوں

قلم قلم روشنی

دھول سے یہ اَٹے ہوئے رستے
کیا ہوا جو بڑے ہوئے رستے

ایک سے دوسرا نکلتا ہے
منزلوں سے کٹے ہوئے رستے

ڈوبے رہتے ہیں حیرتوں کے بیچ
اک جگہ پر کھڑے ہوئے رستے

سردیوں گرمیوں کی یورش سے
ہر قدم پر جلے ہوئے رستے

فصلِ باراں میں کون گذرا ہے
تھوڑے بُہتے ہرے ہوئے رستے

قلم قلم روشنی

چھکتے گلوں میں ملاحت تری
بیاں کوئلوں نے کی وحدت تری

نظامِ جہاں کو چلاتا ہے تو
ملی آدمی کو نیابت تری

نگو سار باغِ بدن ہے مرا
ملی نہرِ جاں سے رطوبت تری

یہی چاہیئے جاہ و رتبہ مجھے
جہاں سے ہے بڑھ کے رفاقت تری

کیا تو نے روشن چراغِ حیات
تو ثابت سدا اک حکومت تری

قلم قلم روشنی

دل سراپا چشم میرا ،چشمِ بینا دل ہوئی
کامرانی کیا جہانوں کی مجھے حاصل ہوئی

دی گواہی مرغ نے یہ صبح کو احوال کی
کیا ہوا ، جانے بھی دو خلقت اگر غافل ہوئی

ایک دنیا نے مجھے تجھ سے ملایا یا خدا
ایک دنیا میرے تیرے درمیاں حائل ہوئی

یہ بدن نعمت ملا تھا در سے تیرے بالخصوص
کیا کمی ہے یا الٰہی اِک عطا زائل ہوئی

دل سے دل کو راہ ملنا تھی غنی سو مل چکی
تو ہوا مائل طبیعت میری اور مائل ہوئی

قلم قلم روشنی

بھری ہے زمیں اور بھرا آسماں ہے
کوئی بھی جگہ تجھ سے خالی کہاں ہے؟

لبِ جان سے پھوٹتی ہیں شعائیں
گہر ؛نام کی برکتوں سے زباں ہے

سفر کر رہا ہے خلاؤں میں بھی تو
کہ روشن ترے پاؤں سے کہکشاں ہے

عجب تیر برسا رہا ہے قضا کے
ترے ہاتھ میں کن فکاں کی کماں ہے

دلوں کا سکوں اور آنکھوں کی ٹھنڈک
کرم کرنے والا تو ہی مہرباں ہے

قلم قلم روشنی

ہمیں پتہ ہی نہیں کچھ فرات کا مطلب
مناسبت کا، کسی التفات کا مطلب

پڑے تھے صحن میں معبد کے سر بریدہ سب
کھلے تھے ان کے کف و جیب، گھات کا مطلب

کسی کی پیاس نہیں بجھنے والی اب کے یہاں
یہی سمجھ میں ہے آتا فرات کا مطلب

جلائے کس نے ہزاروں چراغ بے مصرف
چراغ بانی کی ظلمت نے رات کا مطلب

لٹا دیا تھا انہوں نے یہاں اثاثہ غنی
وہی سمجھتے تھے بہتر زکات کا مطلب

قلم قلم روشنی

ہم نے اوڑا گگن نہیں ہوتا
کائنات اک بدن نہیں ہوتا

راز مر جاتے اس کے سینے میں
جو کلی کا دہن نہیں ہوتا

رات دن جو سفر میں ہے خوشبو
راہرو کا وطن نہیں ہوتا

تیرے آنے سے آئی ہے یہ بہار
یہ سمن ، بھی سمن نہیں ہوتا

معجزہ تیرے بانکپن کا ہے
ورنہ باغِ عدن نہیں ہوتا

قلم قلم روشنی

درد اپنا دکھاؤں اور پھر میں
دل کی دھڑکن سناؤں اور پھر میں

دل کی کھڑکی پہ دوئی کا پردہ
فرض کیجے، سجاؤں اور پھر میں

مجھ سے ایسا کبھی نہیں ہوگا
دل کسی کا دُکھاؤں اور پھر میں

تیرا احساں ہوا ہے مجھ پر خاص
سر کہیں اور جھکاؤں اور پھر میں

غنیؔ احساں کی ہے جزا احساں
تیری آیت بھلاؤں اور پھر میں

قلم قلم روشنی

سبزۂ حسن، مبارک ترے رخساروں کو
یوں ہی ملتا رہے روزینہ نگہ داروں کو

لوٹ کر آتی نہیں کوئی بھی آواز یہاں
اب لگی کس کی نظر شوخ سے نظاروں کو

بسترِ ہجر پہ بل کھاتے ہوئے عمر ہوئی
اور کیا چاہئے ہم عشق کے بیماروں کو

داستاں میں نہیں زندہ کوئی کردار یہاں
کب مناتا ہے کوئی روٹھے ہوئے یاروں کو

عیب کوئی نہیں دنیا میں غنیؔ عاجزی سا
حال تک کوئی نہیں پوچھتا بیچاروں کو

قلم قلم روشنی

رفعتوں کے وہ سب راستے بند ہیں
جائیں بھی تو کہاں حادثے بند ہیں

لوگ دہرا رہے ہیں پرانی کتھا
فہم و ادراک کے قافیے بند ہیں

ایک استھان کا کر رہے ہیں طواف
وہم کے غار میں قافلے بند ہیں

لوگ پاگل سمجھتے ہیں، اہلِ خرد
خلوتی ہو گئے ، رابطے بند ہیں

خبطیوں کی ہے کیوں برتری ہر طرف
شہرِ ناقدر میں نابغے بند ہیں

قلم قلم روشنی

مری سانس کے ساتھ جو بڑھ رہا ہے
عجب مرحلہ ہے عجب فاصلہ ہے

مِرے ہاتھ میں الجھے دھاگوں کا گچھا
پتنگوں سے اب سے کٹ چکا رابطہ ہے

نبھے گی کہاں رشتہ داری ہماری
میں چھوٹے سے چھوٹا ہوں اور وہ بڑا ہے

پرندہ نہیں آتا جس میں دوبارہ
مرا دل وہ ٹوٹا ہوا گھونسلہ ہے

خلل ڈالنا چھوڑ خوابوں میں آ کر
خدا اور نبی کا تجھے واسطہ ہے

قلم قلم روشنی

یوگلوسینیس کے نام

میں تیرے نام کی مہریں بناؤں گا
جو تیرا نام لیں ، قومیں بناؤں گا

کئی خوشبوؤں کو باہم ملا کر میں
نئی اور تیز خوشبوئیں بناؤں گا

نہیں دستِ ہنر کو حرص سے مطلب
یونہی بس کام کی چیزیں بناؤں گا

کئی پامال و فرسودہ نظاموں کو
مٹا کر میں نئی رسمیں بناؤں گا

نہیں کچھ واسطہ منسوخ قرنوں سے
نئی صبحیں نئی شامیں بناؤں گا

پرانی کرسیوں کی ہل گئیں چولیں
نئی کرسی نئی چولیں بناؤں گا

قلم قلم روشنی

جتنا اوپر بڑھا ہوا ہے میاں
اتنا نیچے ڈھلا ہوا ہے میاں

بیچ دھرتی کے ہیں جھٹائیں سب
پیڑ الٹا کھڑا ہوا ہے میاں

سر گڑھے میں ہے ٹانگیں اوپر کیں
بیچ میں دھڑ تنا ہوا ہے میاں

تو نے شاخوں پہ آنکھ گاڑی ہے
پھل جڑوں میں چھپا ہوا ہے میاں

دے رہا ہے بشارتیں سبزہ
خاک میں زر دبا ہوا ہے میاں

قلم قلم روشنی

دن، ہفتہ، مہینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے
جینے کا قرینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے

کوئی بھی مداوا نہیں اب، تیرے فقیروں کو
اک نانِ شبینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے

سالوس ہوں زاہد بھی، مجھے صدقہ کی نیت سے
گر بوسہ حسینہ کوئی دیوے تو بُرا کیا ہے

انگستری خالی کو عنایت کی نظر سے وہ
پُر نور نگینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے

غیروں سے نہیں ہے کوئی رغبت غنی عارف کو
جاگیرِ مدینہ کوئی دیوے تو برا کیا ہے

قلم قلم روشنی

ءا

جو نہ دیکھا تھا دیکھتا ہوں میں
دل دریچے کو کھولتا ہوں میں

ہائے افسوس روشنی کے لئے
شہرِ ظلمت میں دوڑتا ہوں میں

شاعری کھیل چند لفظوں کا ہے
کونسے موتی رولتا ہوں میں؟

اپنی ناؤ کو اک سمندر میں
کچے دھاگے سے کھینچتا ہوں میں

علم ناقص ہے تجربہ کے بغیر
تجربہ کار ڈھونڈتا ہوں میں

ءا -ایطا روا رکھا گیا ہے۔

قلم قلم روشنی

۱ے

کم پڑے حجم تو سوچنا چاہئے
ظرف کو دیکھ کر مانگنا چاہئے

دشمنوں سے ملے مطلبی دوست سب
مجھ کو میدان سے بھاگنا چاہئے

اس کی تہ میں پڑے ہیں خزانے بہت
تیرنے والے کو ڈوبنا چاہئے

دوست ہے وہ اگر، فرض ہے آپ کا
خودکشی سے اُسے روکنا چاہئے

رات کے وقت تنہا ملوں گا غنی
رات کو ہی مجھے ڈھونڈنا چاہئے

۱ے -ایطا روا رکھا گیا ہے۔

قلم قلم روشنی

تو کیا ہوا؟ خوں جلا ہے سب کا سب آبلوں میں
قدم قدم پر ہے روشنی پھیلی راستوں میں

عجیب شئے ہے طمانیت اور صفائی دل کی
سکوں برستا ہے تیرہ و تار جھونپڑوں میں

یہ کس کی سانسوں سے گدگدی ہو رہی ہے دل میں؟
یہ کس کی دھڑکن سے جان آئی ہے دھڑکنوں میں؟

قدم، قدم سے، ملا نہ ہی زاویہ نظر کا
یونہی وہ لشکر نہیں بٹا لاکھ ٹکڑیوں میں

مصیبتوں میں جو کام آئیں وہ سچے ہیں دوست
کہ مطلبی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تنگیوں میں

قلم قلم روشنی

روزِ افزوں حسنِ دلبر سے مجھے ڈر لگتا ہے
کانپتا ہوں میں کنارے پر، سمندر لگتا ہے

کس لئے تو حوصلہ دیتا ہے مجھ کو اے طبیب
حال اپنا مجھ کو پہلے سے تو بدتر لگتا ہے

جسم تیرا فصلِ گل میں باغ ہے کشمیر کا
ناچتے ہیں طائروں کے جھنڈ اکثر لگتا ہے

انکساری سے زمیں پر سایہ پڑتا ہے ترا
قد اگر کھینچے فلک سے جا ترا سر لگتا ہے

معبدوں پر میں نے دیکھے ہیں عقیدوں کے غلاف
اے مری جاں، کعبۂ کعبہ، ترا گھر لگتا ہے

قلم قلم روشنی

کبوتر، گولیوں کی زد سے اونچا
اڑے گا پھر خطِ سرحد سے اونچا

نہیں پابندِ حرف وصوت کا بھی
وہ لام و میم کی ہے مد سے اونچا

دکھائی دے رہا ہوں اس طرف بھی
مِرا قد پربتوں کے قد سے اونچا

مرے قد کو گھٹاتا ہے ثنا گر
کہ میں ہوتا ہوں ردّ و کد سے اونچا

سکندر کس لئے زحمت ”کرو ہو“
پرندہ تو اڑے گا سد سے اونچا

قلم قلم روشنی

دعا دینا پڑے گی زندگی کو
تھکے ماندے ہوئے ہر آدمی کو

سمجھتے ہیں غزل کے فن کو ہم بھی
پڑھا ہے میر، غالب، مُصحَفی کو

عبث کی نثری نظموں کی حمایت
بھلا کر شعریت اور نغمگی کو

ردیف و قافیہ، پابندیِ بحر
جِلا دیتا ہے فن ہی شاعری کو

تَفَحُّص اجتہاد و نفس بے داغ
ذکاوت راس آئی شافعی کو

قلم قلم روشنی

بازیابی کا عمل ، یہ مسئلہ درپیش تھا
پیچ دلدل کے کنول یہ مسئلہ درپیش تھا

کام کوئی بھی کہاں اچھے طریقے سے کیا
کثرت وطولِ امل یہ مسئلہ درپیش تھا

ہم بھی کرتے شاعری اچھی مگر الجھے رہے
گہِ رجَز گاہے رمل یہ مسئلہ درپیش تھا

آنسوؤں کی دھند میں خوش چہرہ مخلوقِ خدا
ہرطرف جنگ وجدل یہ مسئلہ درپیش تھا

ٹرٹراتا زاغ ہے برسات میں چُپ کوئلیں
ڈالتا ہے وہ خلل یہ مسئلہ درپیش تھا

قلم قلم روشنی

سبز شاخِ ہنر رہے گی سبز
سبز لکھے گی اور پڑھے گی سبز

سبز موسم ہے پیچ و بل کھا کے
پیڑ پر بیل بھی چڑھے گی سبز

لہر دوڑے گی ساتھ نظروں کے
خانۂ دل کو بھی کرے گی سبز

سبزہ سبزہ جئے گی سبز پری
ذائقہ زیست کا چکھے گی سبز

ٹوٹ جائیں گی خشک شاخیں غنی
موڑنے پر یہی مُڑے گی سبز

قلم قلم روشنی

ادائے خوب ہے تسکین ہے تماشا ہے
تُو کائنات کی تفصیل یا خلاصا ہے

فروغِ صبح سا چہرہ ردائے شب زلفیں
نگاہِ ناز کہیں کم کہیں زیادہ ہے

رہے نشیب ہی میں ڈھونڈتے تن آساں لوگ؟
بلندیوں پہ ہی اُڑتا ترا پھریرا ہے

ہمیشہ بیٹھی رہی گردِ کوتہ ہمّت کی
خمار کوئی، نہ دعویٰ، نہ ہی تقاضا ہے

بدن پہ گرد جمی پپڑیاں ہیں ہونٹوں پر
سلگتے سانس، ہیں اس کے سفر اثاثہ ہے

قلم قلم روشنی

دنیوی، تیری ہر اک سد سے اونچا ہے
قلندر خطرے کی زد سے اونچا ہے

پرندے کی اڑانوں کو نہیں خطرہ
تری کھینچی ہوئی سرحد سے اونچا ہے

قواعد میں نہیں املا کے اندر وہ
عروضی کی بھی شدّ و مد سے اونچا ہے

نہ کر کوشش تو شانوں کو ملانے کی
کہ قد وہ دیکھ تیرے قد سے اونچا ہے

رہے گا نام زندہ بعد مرنے کے
کہ کتبہ صاحبِ مرقد سے اونچا ہے

قلم قلم روشنی

جگہ بدلی ، نظر بدلی ٹھہر اے دل
فضا گدلی صبا ٹھہری ٹھہر اے دل

نجانے کیا ہوئے فرصت کے وہ لمحے
تجھے جلدی سے مجھے جلدی ٹھہر اے دل

لہو پانی ہوا ، پانی لہو جیسا
لگی گولی جدائی کی ٹھہر اے دل

حسیں چہروں پہ چھائی دھند ہے غم کی
نہاں پربت نہاں وادی ٹھہر اے دل

بٹی ہے زندگی حصّوں میں قصوں میں
اِدھر آدھی اُدھر آدھی ٹھہر اے دل

قلم قلم روشنی

اُڑ رہا اَبر کا کہیں ٹکڑا
مجھ کو لگتا ہے بے یقیں ٹکڑا

یاد اُس کی طرارے بھرتی ہے
جست بھر ہے سفر، زمیں ٹکڑا

باغ در باغ ! مور سا یہ دل
خواب در خواب نیلمیں ع[1] ٹکڑا

اُڑ رہا ہے دماغ خوشبو کا
جب سے دیکھا ہے مہ جبیں ٹکڑا

سانس کی بانسری پہ ساز عجب
تھاپ پر دل کی بہتریں ٹکڑا

وِرد اُس کا لبوں پہ رہتا ہے
اور دل میں بھی جاگزیں ٹکڑا

ع[1] - یعنی نیلا

قلم قلم روشنی

امن کے بُلبُلو تم ، سلامت رہو
باغ در باغ اور ، تاقیامت رہو

بے کسوں کی ترقی کے ضامن ہیں ہم
تم دلیلِ مکمل ، ضمانت رہو

مختصر تم کہو مختصر ہم کہیں
ہم بلاغت ہیں تم بھی فصاحت رہو

زیرِ دامن ہے کشکول ہمسائے کے
پاسبان ونقیبِ سخاوت رہو

فتح مکّہ کے دن مت بھلانا کبھی
ایک زندہ نشانی، علامت رہو

ہم فقیھوں کی ہیں نسل سے اے غنیؔ
تم علَمدارِ صدق و امانت رہو

قلم قلم روشنی

مجھے بھی بیچ دیا ، تاجرِ محبت نے
سرابِ دشت میں اُس کافرِ محبت نے

مہارتوں پہ جسے ناز بے محابا تھا
کیا ہلاک اُسی ماہرِ محبت نے

اُتر سکی نہ کرن ایک جس کے باطن میں
دیا تھا دھوکہ اسی ظاہرِ محبت نے

میں دانہ آخری تھا اُس پریم مالا کا
کیا پسند جسے شاعرِ محبت نے

اِدھر اُدھر نہ مجھے دیکھنے دیا اکبار
چلایا سحر عجب ! ساحرِ محبت نے

قلم قلم روشنی

فریاد ، وظیفہ و دعا بھول گیا ہوں
حیرت زدہ ہوں طرز و ادا بھول گیا ہوں

آتا ہے خدا بھی ترے دیکھے سے مجھے یاد
جب سے تو گیا ذکرِ خدا بھول گیا ہوں

منظورِ نظر، تیری رضا جب سے ہوئی ہے
اُمیدِ جزا، خوفِ سزا بھول گیا ہے

اے رہبرِ ہر گمرہ مجھے راہ دکھا دے
نقشِ قدَمِ راہ نما بھول گیا ہوں

معلوم نہیں قافلہ کس سمت گیا ہے
فحوائے کلام اس کی صدا بھول گیا ہوں

قلم قلم روشنی

ستاروں پر کمندیں پھینکنے والے
کہاں ہیں پربتوں کو کاٹنے والے

پسِ پردہ بھی جا کر دیکھ لیتے ہیں
نظر سے تولتے ہیں تولنے والے

کریں گے فاش رازِ کبریائی کو
بدن تارِ نفس سے کھینچنے والے

خطابی لوگ بہرے گونگے ہوتے ہیں
نہیں سنتے زیادہ بولنے والے

ہمیں الجھا کے چھوٹی چھوٹی باتوں میں
صفایا کر گئے ہیں موچنے والے

قلم قلم روشنی

بند کیں آنکھیں، بہانہ خوب ہے
یار تیرا آزمانا خوب ہے

موجِ دریا گا رہی ہے دیر سے
ایک ہی دھن میں ترانہ خوب ہے

رات دن یہ سلسلہ چلتا رہے
تیرا آنا اور جانا خوب ہے

زیست حرکت کے سوا کچھ بھی نہیں
دل کی دھڑکن تازیانہ خوب ہے

شاخِ بالا پر مبارک ہے تجھے
طائرِ جاں، آشیانہ خوب ہے

قلم قلم روشنی

اک تماشا گلاب میں دیکھا
تجھ کو تیرے شباب میں دیکھا

ڈوب کر زندہ ہوگئی تھی پھر
سوہنی کو چناب میں دیکھا

بیچ دیوار کے انار کلی
ہوگئی دفن خواب میں دیکھا

کر رہے تھے مجھے نصیحت دوست
ہڈیوں کو کباب میں دیکھا

ایک سورج طلوع ہوتے ہوئے
رخِ عالی جناب میں دیکھا

قلم قلم روشنی

باتیں آدھی کہیں ادھوری ہیں
صوفی و ملا سب فضولی ہیں

ایک دوجے کو دیکھ سکتے نہیں
پتلیاں جیسے ہوں، پڑوسی ہیں

رمز و ایما کہیں اشارت ہو
باتیں تفصیلی کیا ضروری ہیں

شعر کہتے نہیں یہ لکھتے ہیں
یار میرے بہت عروضی ہیں

میرؔ تو شعر کہتے تھے خالص
کون کہتا ہے وہ قنوطی ہیں

قلم قلم روشنی

میرے دل جاں میں یہ سماتے ہیں
نین نقش اپنی اور بلاتے ہیں

روشنی بانٹتے ہیں سب کے سب
کالے جامے پہن کر آتے ہیں

اپنی اپنی نشست اور بیٹھک
اپنی اپنی رکابی میں کھاتے ہیں

سیدھے ہاتھوں میں لاٹھیاں ہیں اور
اُلٹے ہاتھوں میں رنگیں چھاتے ہیں

ان کے بھی خاندان ہوتے ہیں
باہمی رشتے اور ناطے ہیں

اپنی ذاتوں کو بیچتے نہیں یہ
صدق پیشہ حلال کھاتے ہیں

قلم قلم روشنی

دہلی میں لا کے لاہور ڈالو
لاہور میں دہلی اور ڈالو

ممکن ہے جاگیں سب کے مقدر
مردہ دلوں میں کچھ شور ڈالو

دریا سمندر کو جاتے ہیں سب
غزنی بھی اس میں سب غور ڈالو

لڑنے کے گر بھی ان کو سکھاؤ
چوروں پہ تم اپنے مور ڈالو

فرصت کہاں پھر ایسی ملے گی
کرنا ہے جو کر فی الفور ڈالو

قلم قلم روشنی

رُوٹھ کر مجھ سے جدا بیٹھا ہے
کر رہا عرش پہ کیا بیٹھا ہے

بند دروازے، دلوں میں آ کر
صاحبِ ارض و سما بیٹھا ہے

مجھ کو پروا نہیں دشمن کی بھی
آسمانوں میں خدا بیٹھا ہے

مانتا ہی نہیں دل، وہ مجھ کو
لوگ کہتے ہیں بھلا بیٹھا ہے

نغمہ کوئل کا مرے پہلو میں
پھر کوئی درد جگا بیٹھا ہے

قلم قلم روشنی

صدق بھی اور صفائی ہوگی
قبضہ میں تیرے خدائی ہوگی

بھیڑ سے دور بنا اپنا گھر
اس میں ہی تیری بھلائی ہوگی

ہم کو معلوم ہے اپنا انجام
جان لیوا یہ جدائی ہوگی

کیا یہ سچ ہے کہ قیامت کے روز
تیرے کوچے میں گدائی ہوگی

جانِ جاں خلد میں تیری خاطر
”کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی“

قلم قلم روشنی

بدھوار چاہے ، اِتوار بدلو
جیسے بھی ہو تم کردار بدلو

اپنی روش پر دریا بہے گا
کشتی پرانی ، پتوار بدلو

کوئی سیاسی لیڈر نہیں ہوں
میں اور، کہوں، تم سرکار بدلو؟

تسبیح کے دانے کم زیادہ
وِرد اپنے بدلو ، اذکار بدلو

قلم قلم روشنی

کچھ لوگ پہنچے ہیں منزلوں پر
چال اپنی بدلو رفتار بدلو

کہتا ہے مجھ سے پرویز مانوس
طرزِ تکلم ، اظہار بدلو

مشکل نہیں کوئی کام یارو!
اپنا طریق کار بدلو

قلم قلم روشنی

دل مچلتا ہی رہا کیا فائدہ
میں چھلکتا ہی رہا کیا فائدہ

''میرا وقت آیا تو چلمن ڈال دی'' *
میں ترستا ہی رہا کیا فائدہ

ان کو منزل مل گئی دہلیز پر
میں بھٹکتا ہی رہا کیا فائدہ

مچھلیوں نے پر نکالے شوق سے
میں تڑپتا ہی رہا کیا فائدہ

وہ گرے تھے اور کھڑے بھی ہو گئے
میں سنبھلتا ہی رہا کیا فائدہ

*-آزادقوافی

قلم قلم روشنی

حالتِ کشمیر پر آنسو بہا
اے قضا شمشیر پر آنسو بہا

لوگ آسودہ نہیں دیکھے غریب
درد کی تصویر پر آنسو بہا

وہ بڑے مظلوم ہیں اس دور کے
مصحف و تفسیر پر آنسو بہا

چیر ڈالا تھا گلو مظلوم کا
حرملہ کے تیر پر آنسو بہا

فاطمہ ، دلگیر کی باتیں کریں
مسئلہ ، جاگیر پر آنسو بہا

قلم قلم روشنی

کچھ لوگ خوش ہیں سارے کے ساروں کو بیچ کر
ہم نے لیا نہ چاند، ستاروں کو بیچ کر

پچھتائے گی وہ نسل، بہت بھگتے گی سزا
خوش ہے جو اپنے گھوڑ سواروں کو بیچ کر

معصوم بچے پھرتے ہیں گلیوں کے بیچ میں
بھرتے ہیں اپنے پیٹ غباروں کو بیچ کر

نقلی دوائیں شہر میں بکتی ہیں، خوش ہیں وہ
سر سام اور کوڑ کے ماروں کو بیچ کر

کچھ لوگ ہیں جو چرب نوالے چبھاتے ہیں
آثارِ کہنہ اور مزاروں کو بیچ کر

قلم قلم روشنی

”آثار بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی“
ہر شی فنا پذیر بشارت عظیم تھی

پہلے امام شیرِ خدا صاحب زماں
دنیا نے دی گواہی امامت عظیم تھی

صدیق تھے رفیق و مددگار غار میں
صدق وصفا میں طاق، شرافت عظیم تھی

عادل تھے بے نظیر عمر اپنے عہد کے
اسلام کے نقیب ، شجاعت عظیم تھی

قلم قلم روشنی

ذی نور بھی تھے خاص مقرب رسول کے
قرآں کے جمع کار، سخاوت عظیم تھی

دشمن خلاف ڈٹ گئے شبّیر ذی وقار
ثانی نہ ہی نظیر ، شہادت عظیم تھی

مصرعِ ناشناس کہ مانوس بحر میں
کہہ دی غنی غزل یہ عنایت عظیم تھی

قلم قلم روشنی

ہمارے اور ان کے درمیاں پردا نہیں ہوگا
کسی بھی غیر کا اس سمت میں رستا نہیں ہوگا

"وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے"
کہ ٹیڑھی کھیر ہے، واعظ کبھی سیدھا نہیں ہوگا

کسی کا دل پسیجا کیوں؟ نہیں امید رکھتے ہم
عذابِ یادِ ماضی اور کوئی فردا نہیں ہوگا

جسے کہتے ہیں عرفِ عام میں ہنگامۂ محشر
سرِ محفل، بغیر آئے ترے برپا نہیں ہوگا

خدایا خلد میں واعظ کرے گا حرکتیں مذموم
وہاں ہر شی ملے گی مفت میں خرچا نہیں ہوگا

قلم قلم روشنی

ہم قدر کرتے ہیں ذہینوں کی
عالموں اور نکتہ چینوں کی

خستہ چھت ہے پرانی دیواریں
خیر ہو یا خدا مکینوں کی

آدمی کی کوئی ضرورت کیا؟
بڑھ گئی نرخ ہے مشینوں کی

جب سے کم ہوگئی ہے پیداوار
بڑھ گئیں قیمتیں زمینوں کی

''ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں''
کچھ کمی تو نہیں حسینوں کی

قلم قلم روشنی

سیر دنیا کے لئے آئے تھے تنہا چل پڑے
آئینوں میں یار کو دیکھا، دکھایا چل پڑے

ہم نہیں محتاجِ دستِ اہلِ قدرت کے میاں
راستہ اپنے لئے خود ہی تراشا چل پڑے

خضرِ رہ معلوم ہیں دریاؤں کے اسرار سب
جب کہیں بھی چل پڑے سوئے صحرا چل پڑے

ہم تردّد میں نہیں پڑتے مَسَا و صُبح کے
جس گھڑی آیا خیالِ بے تحاشا چل پڑے

زندگی کے راستوں پر جو محبت سے ملا
ہم نے اس کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا چل پڑے

قلم قلم روشنی

کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
روح پرور تھی ہم سفر نہ ہوئی

بارہا کہہ چکا ہوں دل کی بات
"پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی"

حسن کے رخ پہ ہے غموں کی دھند
ایک عرصہ ہوا سحر نہ ہوئی

مار ڈالا تری جدائی نے
ٹوٹ کر ٹہنی پھر شجر نہ ہوئی

ہجر کی رات تھی طویل بہت
کوششوں سے بھی مختصر نہ ہوئی

قلم قلم روشنی

گذر گیا کہ وہ بچپن عجب زمانہ تھا
''وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا''

امیر لوگ عموماً تھے سنگ دل لیکن
کسی کسی کا لب و لہجہ مشفقانہ تھا

ترے حضور میں حاضر ہوئے، غنیمت تھا
یہی نماز ہماری یہی دُگانہ تھا

کوئی غریب نہ تھا، گانٹھ کھول دیتا جو
کوئی کمی نہ تھی دل میں ہر اک خزانہ تھا

ہمارے پاس کھڑے تھے درانتیوں والے
ہمارے کھیت میں پھر سرخ دانہ دانہ تھا

قلم قلم روشنی

جو مٹ چکا اتارنے کا فائدہ نہیں
اس نقش کے اُبھارنے کا فائدہ نہیں

کچھ سنتے ہی نہیں ہیں یہ مُردے تو مُردے ہیں
سو بار بھی پکارنے کا فائدہ نہیں

تو کس خیال میں ہے کوئی اور کام کر
قبروں کو تو سنوارنے کا فائدہ نہیں

جو عزم و حوصلہ ہے تو مُردوں کو زندہ کر
جو خود مرے ہوں مارنے کا فائدہ نہیں

چھوٹی پڑے نہ تیرے بدن کی ردا غنی
پاؤں بہت پسارنے کا فائدہ نہیں

قلم قلم روشنی

محبتوں میں کسی کو خدا بناتے ہوئے
عقیدتوں کے جہاں کو نیا بناتے ہوئے

ہر ایک خاکہ میں بھرتا ہے منفرد الوان
جدا ہے سب سے سبھی کو جدا بناتے ہوئے

عجیب ذات ہے زردار سے بھی ملتا ہے
غریب کے بھی ہے دل میں جگہ بناتے ہوئے

وہ سورجوں کو بجھاتا ہے اپنی پھونکوں سے
مرے گھروندے میں بیٹھا دیا بناتے ہوئے

قدیم کار گری ، عام صنعتیں ہر سُو
گلیم بُردو قبا وہ بناتے ہوئے

"کیا کہا خضر نے سکندر سے"
آئی آواز دِل کے اندر سے

ڈر نہیں خشک ہونے کا مجھ کو
رابطہ ہے مرا سمندر سے

فصلِ پیری میں بال و پر آئے
کچھ بھی شکوہ نہیں مقدر سے

شِمر معلوم ہے تجھے ظالم
خوں ٹپکتا ہے تیرے خنجر سے

قلم قلم روشنی

متفرقات

قلم قلم روشنی

مجھ کو آسانیوں نے مار دیا
کام مشکل کِیا نہیں جاتا

سچ کتابوں میں دفن ہے ہم سے
تلخ شربت پیا نہیں جاتا

سویرے اپنی منزل کی طرف تنہا چلا ہوگا
سفر ہر روز یوں مشرق سے تا مغرب کیا ہوگا

مِرے ماضی نے بہتر حال کی بنیاد ڈالی تھی
یقیناً حال کے کندھے پہ مُستقبل کھڑا ہوگا

قلم قلم روشنی

کھینچتے ہی پاؤں کے دامن میں آئے ہیں پہاڑ
کب ہوا غوغائے سگ سے دل، پریشاں میرا؟

چونچ بھر پانی ہے کافی میری چڑیا کے لئے
خِضرِ رہ تجھ کو مبارک یہ سفر دریاؤں کا

مجھے اڑنا ہے نیلے آسمانوں میں
تخیل کو ہما کے پر عطا کر دے

سسکتی آب جو سر کو پٹختی ہے
سمندر سے ملا بے انتہا کر دے

وہ بھی جلدی میں تھا، میں بھی جلدی میں تھا
اکتفا ایک بوسے پہ کرنا پڑا

مور کا پر خوبصورت ہے مگر
تحفہ میں سب کو دیا جاتا نہیں

قلم قلم روشنی

چاپ قدموں کی زندہ کر دے گی
کہہ گئے یہ مرے ہوئے رستے

ترِی بدگمانی کی دہلیز پر
ہماری یہ آواز مر جائے گی

گھڑی کی سوئی آگے جا رہی تھی
اثاثہ قیمتی میں کھو رہا تھا

ہماری مسکراہٹ بے اثر ثابت ہوئی اکثر
چٹانیں گُدگُدا کر تم بھی سوچو ہم بھی سوچیں گے

سمندر کے شکم سے ہم نے لائے قیمتی موتی!
کسے جائیں تھما کر، تم بھی سوچو ہم بھی سوچیں گے